بھی اس کی نفی کی ہے کہ بضع کو مہر نہیں بننے دیا۔

اصل میں حدیث شریف میں اس ہیئت کی نفی ہے جو جاہلیت میں تھی کہ جانبین سے بضع ہی کو مہر سمجھا جاتا تھا اور کسی مال کو حق مہر نہ بنایا جاتا۔

ہم نے جب مہر مثلی واجب کیا تو اس سے نکاح مہر سے خالی نہیں رہا اور مہر بھی وہ چیز بنی جو مال متقوم ہے اور اس میں مہر بننے کی صلاحیت ہے۔

س (۳) ☜ آخری دو رکعتوں میں قرأت کا مسئلہ کیا ہے کیونکہ؟

چار فرضوں کی آخری دو رکعتوں کے بارے میں ہدایہ میں لکھا ہے:

ان شاء سکتَ و ان شاء قرء و ان شاء سبّح

کہ اگر چاہے تو نمازی ان میں خاموش ہو جائے۔ اگر چاہے تو قرأت کرے اور اگر چاہے تو تسبیح کرے۔

حالانکہ حدیث شریف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے:

کان یقرء فی الظهر فی الاولیین بام الکتاب و سورتین و فی الرکعتین الاخریین بامّ الکتاب (بخاری و مسلم)

کہ آپ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور ساتھ کوئی دوسری سورۃ پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔

نیز حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ظہر و عصر کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ اور ساتھ کوئی سورت اور آخری دونوں رکعتوں میں صرف سورتِ فاتحہ پڑھتا ہوں۔ (عبدالرزاق)

ج ☐ چار رکعت فرضوں کی آخری دو رکعتوں میں اگرچہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سورۃ فاتحہ ثابت ہے، مگر اس کی حیثیت وہ نہیں ہے جو کہ پہلی دو رکعتوں میں ہے اور آخری دو رکعتوں میں قرأت نہ کرنا بھی حدیث صحیح سے ہی ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

یُقرء فی الاولیین و یُسَبّح فی الاخریین۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۷۲، مطبع عزیزیہ، حیدرآباد ہند)

کہ پہلی دو رکعتوں میں قرأت کی جائے اور آخری دو رکعتوں میں تسبیح کی جائے۔

ایسے ہی حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں سے مروی ہے۔

قالا اقرء فی الاولیین و سبح فی الأخریین (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۳۲۲)

ان دونوں حضرات نے فرمایا پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرو اور آخری دو رکعتوں میں تسبیح پڑھو۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں تو پورا ایک باب (**باب من کان یقول یسبح فی الأخریین ولا یقرأ**) اسی کے بارے میں ہے۔ جس میں ایسے آثار کو مع الاسناد جمع کیا گیا ہے۔

چنانچہ اگر کسی کو اعتراض ہے تو یہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر ہوگا۔ فقہ پر نہیں اور ان حضرات پر اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کو قریب سے دیکھنے والے اور محفوظ کرنے والے اور ان پر عمل پیرا ہونے والے تھے۔

باقی جہاں تک فقہ اسلامی کا تعلق ہے تو اس میں احادیث اور تمام آثار کا لحاظ رکھتے ہوئے، آخری دو رکعتوں میں فاتحہ پڑھنے کو سنت قرار دیا گیا ہے اور اس کے سنت ہونے کو صحیح قرار دیا اور یہی ظاہر الروایۃ ہے۔ جس طرح کہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ۱۴۷ میں ہے۔

اور فقہ اسلامی کا یہ اصول ہے کہ جب ظاہر الروایۃ اور غیر ظاہر روایہ میں تعارض آ جائے تو ترجیح ظاہر الروایۃ کے مسئلہ کو ہوتی ہے۔ لہٰذا فقہ اسلامی میں بھی ترجیح آخری دو رکعت میں فاتحہ کے سنت ہونے کو ہے، اور ہدایہ کی عبارت جو کہ غیر ظاہر الروایہ ہے، اس کی وجہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اقوال ہیں۔

(۴) کیا کفن چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا؟

قرآن مجید میں ہے: **السارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما**

کہ چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹو۔ اور قدوری میں ہے: **لا قطع علی نباش**۔ کفن چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔